مولانا مجاہد الاسلام قاسمیؒ

پروفیسر خورشید احمد

عالم کی موت کو جس نے بھی عالَم کی موت کہا بڑی سچی بات کہی۔ پھر اگر عالم بھی ایسا ہو جس کی شخصیت ہمہ جہت ہو اور علم و فضل، تقویٰ و للّٰہیت اور سعی و عمل ہر میدان میں ایک منفرد حیثیت رکھتا ہو، نیز اُمت کے لیے ایک ایسے دَور میں رخصت ہوا ہو جب وہ قحط الرجال کی مصیبت اور آزمایش سے دوچار ہو تو پھر ایسے عالم کی موت پر جتنا بھی غم کیا جائے، کم ہے۔ ہاں، اللہ کی رضا اور مشیت ہر چیز پر غالب ہے، صحیح فیصلہ اسی کا ہے، خواہ عطا کے باب میں ہو یا محرومی کے۔ ۴ اپریل ۲۰۰۲ء میرے لیے بے پناہ غم و اندوہ کا دن تھا کہ دنیا سے ایک ایسا عالمِ دین رخصت ہو گیا جو صرف کتابی عالم نہ تھا بلکہ جدوجہد کے میدان میں بھی اسم بامسمّٰی تھا، یعنی مولانا مجاہد الاسلام قاسمی --- انا للہ وانا الیہ راجعون!

مولانا مجاہد الاسلام قاسمیؒ کا ذکر خیر میں نے سب سے پہلے اپنے عزیز نوجوان ساتھی ڈاکٹر منظور عالم کی زبانی سنا اور ان کی خدمات کا ایک خوش گوار نقش دل پر مرتسم ہوا۔ لیکن جب مجلہ فقہ اسلامی کی چھ ضخیم جلدیں (آخری دو جلدیں دو دو حصوں پر مشتمل ہیں) پڑھنے کو میسر آئیں جن کے مدیر، محرک اور محور مولانا مجاہد الاسلام تھے تو ان کے اس کارنامے پر دل بے اختیار پکار اُٹھا --- ''ایسی چنگاری بھی یارب اپنے خاکستر میں ہے!''

مولانا مجاہد الاسلامؒ سے میرا اصل تعارف ان کے علمی کارناموں ہی سے ہوا۔ مجھے یہ بات کہتے ہوئے کوئی باک نہیں کہ گذشتہ ربع صدی میں ہندستان میں سب سے وقیع علمی کام کی نسبت مولانا مجاہد الاسلام قاسمیؒ کی ذات کی مرہون منت ہے۔ انھوں نے خود بھی علمی تبحر کے ساتھ اجتہادی بصیرت کا مظاہرہ کیا اور اس کے ساتھ اہل علم کو منظم کرنے اور وقت کے موضوعات پر انھیں تحقیق و تدبر کی دعوت ہی نہیں دی بلکہ اس کے لیے کامیاب منظم مساعی کر کے بڑی روشن مثال قائم کی اور یہ ثابت کر دیا کہ ایک بڑے پُرآشوب دَور میں بھی دین کے خادم کس طرح نئے چراغ جلا سکتے ہیں اور نئی روایات قائم کر سکتے ہیں۔

مجاہد الاسلام قاسمیؒ دارالعلوم دیوبند کے فارغ اور مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ اور مولانا حسین احمد مدنیؒ

مولانا اعزاز علی امروہویؒ کے شاگرد خاص تھے۔ اکتوبر ۱۹۳۶ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۵۵ء میں دارالعلوم دیوبند سے اعلیٰ تعلیمی اعزاز کے ساتھ فارغ ہوئے اور جامع رحمانی مونگیر سے وابستہ ہوگئے۔ پھر امارت شرعیہ بہار، اڑیسہ وجھارکھنڈ کے قاضی القضاہ کے منصب پر فائز ہوئے۔ ۱۹۷۰ء میں آل انڈیا مسلم مشاورت اور ۱۹۷۲ء میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی تشکیل میں اہم کردار ادا کیا اور مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کی وفات پر مسلم پرسنل لا بورڈ کے صدر منتخب ہوئے۔ لیکن میری نگاہ میں ان کا سب سے اہم اور تاریخی کارنامہ اسلامک فقہ اکیڈمی کا قیام ہے جس کے وہ سیکرٹری جنرل تھے۔ ان کی قیادت میں اس اکیڈمی نے وہ کام انجام دیا جس کا خواب اہل نظر دیکھ رہے تھے اور جو وقت کی بہت بڑی ضرورت تھی۔

اس اکیڈمی کے پلیٹ فارم پر مولانا مجاہد الاسلام قاسمیؒ نے ہندستان کے تمام مکاتب فکر کے علما کو جمع کیا، وقت کے موضوعات پر ان کو غوروفکر اور اجتہاد وانطباق کی دعوت دی اور ایک درجن کے قریب ملک گیر سیمی ناروں کا اہتمام کیا جن میں فقہ کے جزوی مسائل پر مبنی بلکہ جدید معاشرہ اور معیشت کو درپیش مسائل پر تحقیق اور بحث و مباحثہ کا اہتمام کیا۔ زکوٰۃ، سود، عشر، خراج، ضبط تولید، پگڑی کا مسئلہ، کرنسی نوٹوں کی شرعی حیثیت، اعضا کی پیوندکاری، کلوننگ (cloning)، اوقاف، شیئرز اور محدود ذمہ داری والی کمپنیوں کی حیثیت، ضرورت وحاجت، اسلامی بنک کاری، انشورنس جیسے مسائل پر درجنوں علما اور جدید علوم کے ماہرین کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا، تحقیقی مقالات کو بحث وگفتگو کی بنیاد بنایا، اور انفرادی اجتہاد کے مقابلے میں اجتماعی اجتہاد کی ایک ایسی مثال قائم کی جو وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔ اس پورے عمل میں جو چیز سب سے نمایاں اور روشن ہے وہ ایک طرف اللہ اور اس کے رسولؐ سے مکمل اور غیر مشروط وفاداری، قرآن وسنت کے احکام اور اصول وکلیات کا مکمل احترام اور اتباع، فقہی سرمایے کا اجتہادی بصیرت سے جائزہ ہے، تو دوسری طرف جدید مسائل کا ادراک اور مقاصد شریعت کی روشنی میں اُمت کے موجودہ حالات وظروف کو پیش نظر رکھتے ہوئے نئے مسائل کا حل نکالنے کی کوشش ہے۔

بلاشبہہ یہ کام جتنا ضروری ہے اتنا ہی نازک اور مشکل بھی ہے۔ اس سلسلے میں مولانا مجاہد الاسلام قاسمیؒ نے جو کام کیا اور اس سے بڑھ کر جس کام میں برعظیم ہی نہیں پوری اسلامی دنیا کے اہل علم کو شریک کیا وہ ان کا ایک عظیم کارنامہ ہے اور میری دعا ہے کہ یہ ایک صدقہ جاریہ کی شکل میں ان کے لیے اجروثواب اور رفع درجات کا ذریعہ بنے۔

مولانا قاسمیؒ کی تصنیفات وتالیفات ۳۰ سے متجاوز ہیں۔ وہ عربی اور اُردو دونوں زبانوں میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے تھے۔ ان کی پوری زندگی علمی کام کے ساتھ تعلیم کے فروغ، اُمت مسلمہ کی اجتماعی مسائل

میں رہنمائی اور قیادت میں وحدتِ اُمت کی بیش بہا مساعی سے عبارت ہے۔ آل انڈیا مسلم کونسل کا قیام بھی ان کی اجتہادی بصیرت اور سیاسی فہم وفراست کا شاہکار تھا، گو یہ ادارہ ابھی اپنے ابتدائی مراحل ہی میں ہے اور معلوم نہیں ان کے بعد اس کا کیا بنے۔

مجھے مولانا مجاہد الاسلام قاسمیؒ سے تین بار ملنے کا موقع ملا اور ہر بار یہ ملاقات کویت میں الهيئة الخيرية الاسلاميه العالميه کے جنرل کونسل کے اجلاس کے موقع پر ہوئی۔ مولانا قاسمیؒ سے اُمت کے مسائل پر کھل کر بات کرنے کا موقع ملا اور ان کے علمی تبحر کے ساتھ ان کے دردِ دل اور اُمت کے مستقبل کے بارے میں ان کی معاملہ فہمی کا دل پر گہرا نقش پڑا۔ مولانا قاسمیؒ انکسار اور اعتدال کا پیکر تھے۔ ادّعاے علم کا کوئی شائبہ بھی مجھے ان سے گھنٹوں گفتگو میں نظر نہ آیا۔ بھارت کے مسلمانوں کے بارے میں فکرمندی تو فطری تھی، میں نے ان کو پاکستان، فلسطین، وسط ایشیا ہر جگہ کے مسلمانوں کے لیے متفکر پایا۔ اُمت میں اتحاد کے لیے وہ ہر لمحے بے چین رہتے تھے اور سب کو فقہی مسالک اور جماعتی عصبیتوں سے بالا ہونے کی دعوت دیتے تھے اور خود اس پر عمل کرتے تھے۔ وہ ہر مکتب فکر میں مقبول ومحترم تھے۔ ماہنامہ ترجمان القرآن کی خدمات کا ذکر بڑی فراغ دلی سے کیا اور خرم بھائی (خرم مرادؒ) اور اس خاکسار کے دور میں جو کام ترجمان القرآن نے انجام دیا ہے اس کی بار بار توصیف فرمائی۔ ہمارے انگلستان کے کام (اسلامک فاؤنڈیشن) سے بھی واقف تھے اور بہت اچھے الفاظ میں اس کا ذکر کیا۔ ہندستان کی جماعت اسلامی کی قیادت کا ذکر بھی بڑے احترام سے کیا اور ملی کونسل کے سلسلے میں جماعت کے بارے میں اپنی اچھی توقعات کا اظہار فرمایا۔ معاملہ فہمی، بردباری، توسّع اور اعتدال ان کے ایک ایک لفظ سے نمایاں تھے۔

آخری ملاقات پچھلے سال الهيئة کے نئے مرکز کے افتتاح کے موقع پر ہوئی۔ بیماری اور وہ بھی کینسر جیسی موذی مرض کے باوجود اس اجتماع میں شرکت فرمائی اور علیحدہ ملاقات کے لیے اصرار کیا جو میرے لیے باعث شرف ہی نہیں استفادے کا ایک نادر موقع ثابت ہوئی۔ خیال تھا کہ اس سال مئی میں الهيئة کا جو پانچواں عالمی اجتماع ہو رہا ہے اس میں ان سے ملاقات ہوگی مگر اس سے پہلے ہی اللہ کا بلاوا آ گیا اور قاسمی صاحب علمی، دعوتی اور ملی خدمت کی ایک روشن مثال قائم کر کے ہم سے رخصت ہو گئے۔ ان کی کمی بھارت کے مسلمان ہی محسوس نہیں کریں گے، بلکہ ساری دنیا کے مسلمان اس غم میں شریک اور اس محرومی کے سزاوار ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مولانا مجاہد الاسلام قاسمیؒ کی خدمات کو قبول فرمائے، ان کی بشری لغزشوں سے صرفِ نظر کرے، ان کو جنت کے اعلیٰ ترین درجات میں جگہ دے اور جس طرح اس تاریک دور میں، ۱۹۷۰ء کی دہائی میں، وہ ہندستان کے علمی اور دعوتی اُفق پر غیب سے نمودار ہوئے اور گراں قدر خدمات انجام دیں، اسی طرح اُمت مسلمہ کو ان جیسے داعیوں سے برابر فیض یاب کرتا رہے: این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد۔